© rasailojaraid.com

تعارف و تبصرہ کتب

کتاب	:	قلائد الجمان فی فرائد شعراء ھذاالزمان
مصنف	:	ابن الشعار، کمال الدین ابوالبرکات المبارک بن ابی بکر الموصلی م۶۵۴ھ
تحقیق	:	ڈاکٹر خورشید رضوی
ناشر	:	شیخ زائد اسلامک سنٹر، جامعہ پنجاب، لاہور
تبصرہ نگار	:	سیّد عبدالرحمٰن بخاری ☆

عربی زبان حرف و صوت کی تا ابد پھیلتی موجوں کی روانی لیے الوہی پیرایۂ اظہار کا تابندہ جلوہ ہے۔ نوعِ انسانی کے نام خدا کے آخری پیغام قرآن حکیم کا لفظی پیکر-آسمانی صداقتوں کا ہر نقش اس میں جھلملا رہا ہے۔ ابدی تقدس کے ہالے میں لپٹی ہوئی زبان جو اپنے اندر کائنات کے سب خزانے سمیٹے رواں دواں ہے۔ صوتی لطافت، ندرت ترکیب اور فصاحت و بلاغت میں دنیا کی تمام زبانوں پر فائق۔ اثر انگیزی اور دلآویزی میں اس کی مثال نہیں۔ وحی الٰہی کا عربی زبان میں اترنا تو خیر اس کے لیے رفعتوں کی معراج تھا ہی جس نے صحرائے عرب کی ویرانیوں میں پلنے والی اس زبان کو بام عرش کا اوج کمال بخشا مگر پہلے بھی اس کی سربلندی کچھ کم نہ تھی۔ عربی زبان کی آغوش میں آنکھ کھولنے والا ہر بچہ اپنے ہونٹوں کی جنبش میں تابِ گویائی ابھرتے ہی فخر و ناز کے اس سانچے میں ڈھل جاتا کہ ''ساری دنیا مرے آگے عجم یعنی گونگی ہے''۔ زبانیں ان گنت ہیں اور جب تک اس دھرتی کے سینے پر اولاد آدم سانس لے رہی ہے، نت نئی زبانیں جنم لیتی رہیں گی مگر ''ام الالسنہ'' ایک ہی ہے اور تنہا اس کو اولیت، ابدیت اور ماورائیت کے سب امتیاز حاصل رہیں گے۔ ماورائیت اس کے لیے قرآن لایا۔ ابدیت اسے ختمِ نبوت نے بخشی اور اوّلیت کا اس کے مقابلے میں کسی اور زبان کو دعویٰ ہی نہیں۔ آدم علیہ السلام فضائے جنت سے کس زبان کی خوشبو لے کر زمین پر اترے ہوں گے۔ عربی کے علاوہ اور کس کا نام لیا جا سکتا ہے۔

☆ ایسوی ایٹ پروفیسر/انچارج شعبہ مطبوعات، شریعہ اکیڈیمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہر زبان کی نشوونما ایک خاص ماحول میں ہوتی ہے اور یہی ماحول اس کے لیے محدودیت کے سانچے بُنتا ہے۔ پھر کسی زبان کے لیے ممکن نہیں رہتا کہ اپنے ماحول کے بُنے ہوئے ان محدود سانچوں سے باہر نہ نکل سکے مگر وہ زبان جس کا ماحول فرش زمیں سے عرش بریں تک پھیلا ہو اس کی وسعتوں کا اندازہ کون کرے۔ جس کی ساخت میں فکر بشر، نورِ نبوت اور وحی الٰہی کے تار گھل مل گئے ہوں اس کی ندرتوں کا عالم کیا ہوگا اور جس کا آہنگ مخلوق نے خود خالق کائنات سے پایا ہو اس کی دلکشی اور رعنائی کے انمول رنگوں میں کون نہ کھو جائے۔ سو یہ ہے عربی زبان جس کا اعجاز شعر و سخن کی سب اصناف میں یکساں جھلکتا ہے۔ ہیئت کے اعتبار سے قصیدہ، مثنوی، غزل، قطعہ، رباعی، مخمس، ناول، افسانہ، انشائیہ، فکاہیہ اور مواد و مضامین کے لحاظ سے حماسہ، مدیح، رثاء، ہجاء، رزمیہ، طربیہ، بیانیہ اور المیہ ہر نوع کا ادبی سرمایہ اس زبان کے خزانے میں جگمگا رہا ہے اور کیوں نہ ہو کہ یہ دنیا کی سب سے عظیم اور بے مثال تہذیب کا آئینہ ہے۔ اس کے لسانی قواعد تمام زبانوں سے مختلف ہیں۔ اس کے اظہار و ابلاغ کے پیمانے الگ ہیں۔ یہ دنیا کی واحد زبان ہے جس میں لفظ و معنی، ماہیت اور پیکر یک جان ہیں۔ اس کے مختلف مادوں سے مشتق الفاظ کا ذخیرہ وسیع اور لامتناہی ہے۔ یہ ہمیشہ نئے برگ و بار پیدا کرتا رہتا ہے۔ ہر لفظ معنی کی کئی سطحیں لیے ہوئے ہے اور سب آپس میں مربوط و پیوست۔ ایک تار ہلے تو بے شمار خوابیدہ تار تھرا اٹھتے ہیں۔ ایک لفظ کے آنگن میں جھانکو تو آگہی کے ہزار نئے در وا ہوتے ہیں۔ سچ کہا مارٹن لنگو نے کہ:

> عربی زبان میں اتنی وسعت اور ہمہ گیری ہے کہ ہمارا کوئی تصور اور کوئی خیال ایسا نہیں جس کا یہ احاطہ نہ کرتی ہو۔

عربی زبان کی تاریخ طویل بھی ہے اور حسین بھی۔ دجلہ و فرات کی وادی میں ہزارہا برس تک تہذیب اور تاریخ کی سب قوتیں اسی زبان کی نشوونما پر مرتکز رہیں اور رفتہ رفتہ اس کا مرکز جزیرہ نمائے عرب کی طرف سفر کرتا رہا تاآنکہ اسلام کے ظہور کا لمحہ آپہنچا۔ یہ وہ لمحہ تھا جب عربی زبان اپنے کمال کی آخری حدوں کو چھو رہی تھی گویا اسلام کے لیے ایک تہذیبی میڈیم تیار ہو رہا تھا۔ روئے زمین کی باقی سب تہذیبیں اپنا کام ختم کر کے مٹ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

چکی تھیں یا دم توڑ رہی تھیں۔ پوری کائنات گوش برآواز تھی کہ خدا اپنی مخلوق سے آخری بار براہ راست خطاب کرنے والا تھا اور اسی خطاب کا حاصل وہ آفاقی تہذیب تھی جس نے بالآخر دنیا کی سب تہذیبوں کو اپنے اندر سمو لیا اور نوعِ انسانی کو اپنی آغوش میں لے لیا۔ یہ تہذیب جہاں جہاں بھی گئی عربی زبان کو اپنے ساتھ لے کر گئی اور دیکھتے ہی دیکھتے اس وقت کی معلوم دنیا عربی زبان کے سحر میں کھو گئی۔ اس کا طلسم ہی کچھ ایسا تھا۔ خدا نے اس کو اپنے دین کی توسیع اور تفویض کے لیے چن لیا تھا۔

اسلام سے پہلے عربی زبان کے پاس شعر و سخن کا جو سرمایہ تھا اس کی ندرت اپنی جگہ لیکن اسلام نے عربی ادب کے ارتقاء کا رخ ہی موڑ دیا۔ ہیئت اور موضوع دونوں بدل گئے۔ ابلاغ کے نئے سانچے وجود میں آئے۔ لفظ اور محاورے نت نئے تراشے گئے۔ معانی اور مفاہیم کی نئی جہتیں ابھریں۔ غرض لسانی ذوق اور ادبی مزاج کے سارے آہنگ بدل گئے اور یوں عربی ادب کی تاریخ دو حصوں میں بٹ گئی۔ ایک اسلام سے پہلے کی تاریخ اور دوسری اسلام کی تاریخ۔ اب رہتی دنیا عربی زبان و ادب کی تاریخ اسلامی تہذیب کے آنگن میں پھلے پھولے گی۔

اسلامی تہذیب نے اپنی نمود کے لیے ہر عہد میں بے شمار مظاہر چنے اور ان گنت حلقے بنائے۔ علم و ادب کی دنیا میں شعر و سخن کے حلقے ہمیشہ نمایاں رہے اور قریۂ دانش میں چاہے کتنا ہی تند موسم ٹھہرا رہا ہو لوگ پرورش لوح و قلم کرتے ہی رہے ہیں۔ فکر و دانش کی تاریخ میں جو رنگ صفحہ وجود پر سب سے زیادہ جگمگا رہا ہے اس کی ایک جھلک میں زیرِ تبصرہ کتاب ''قلائد الجمان فی فرائد شعراء ھذا الزمان'' میں ملتی ہے۔ اس کے مصنف ابن الشعار کمال الدین ابو البرکات المبارک بن ابی بکر الموصل۔ چھٹی صدی ہجری کی آخری سانسوں کے ساتھ جنم لیتے ہیں اور ساتویں صدی کے نصف تک بہارِ زندگی سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ یہ عہد اسلامی دنیا کے لیے فتنہ تاتار کے روپ میں تاریخ انسانی کا سب سے بھیانک آزار لیے ہوئے اترا ہے ہر بستی خوف کے پہرے میں اور ہر آنگن میں موت کا رقص ہے۔ پھر خود ابن الشعار کی بستی موصل میں ان کی وفات کے صرف دو برس بعد چشم فلک نے لاشوں کے انبار دیکھے مگر اس عالم خوف و دہشت میں بھی زندگی کی آغوش نے علم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

و ادب کی وہ پرورش کی کہ صرف پچاس برس کے عرصے میں ایک ہزار سے زائد شعراء نے بساط ہستی پر اپنے شعر و سخن کے تابندہ نقوش ثبت کر دیئے۔ قلائد الجمان کے اب تک ۴۲۹۸ صفحات دستیاب ہوئے ہیں۔ جو ہزار سے زائد شعراء کے حالات اور نمونہ کلام کے تذکروں سے رنگین ہیں۔ زیرِ نظر کتاب اس کا چھٹا حصہ ہے۔ اور اس کا نام ''عقود الجمان'' رکھا گیا ہے۔

عقود الجمان کی تحقیق و تخریج کا سہرا جس نابغۂ علم و ادب کے سر بندھا ہے، ان کا نام ہی سند اعتبار لیے ہوئے ہے۔ ڈاکٹر خورشید رضوی صاحب کا وجود ایک ادبی استعارے میں ڈھل گیا ہے۔ اس کتاب کی تحقیق و تخریج میں انہوں نے جہاں اپنی فراست و بصیرت اور خونِ جگر کی آمیزش سے نادر گل بوٹے کھلائے ہیں وہیں کتاب میں مصنف ابن الشعار کی ادبی صلاحیتوں کے بکھرے ہوئے نمونے بھی اجاگر کیے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے کتاب کی تحقیق و تخریج میں جس نفاست اور اعلیٰ معیار کو ملحوظ رکھا ہے وہ انہی کا حصہ ہے۔ تصحیح متن اور حوالوں کی تخریج کے علاوہ انہوں نے جا بجا مفید حواشی کا اضافہ بھی کیا ہے جس سے کتاب کی افادیت کئی گنا بڑھ گئی ہے۔

ڈاکٹر خورشید رضوی صاحب نے کتاب کا جو مقدمہ لکھا ہے اس میں مصنف اور کتاب کے تعارف کے ساتھ ساتھ اس عہد کے ادبی میلانات اور سماجی و ثقافتی زندگی کے خد و خال بھی جھلک رہے ہیں۔ بحیثیت مجموعی کتاب اور اس پر ہونے والا تحقیقی کام دونوں ہی عربی زبان و ادب کے فروغ میں سنگِ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔

☆☆☆

© rasailojaraid.com